Advance Social Science Archive Journal
Available Online: https://assajournal.com
Vol.2 No.4, Oct-Dec, 2024. Page No. 1192-1199
Print ISSN: 30062497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

A CONTEMPORARY SIGNIFICANCE OF THE QUR'ĀNIC DISCOURSES AND ATRIBUTES OF COMMUNICATION

گفتگو کی قرآنی تعبیرات اور اوصاف کی معاصر معنویت

Dr. Hafiz Muhammad Arshad Iqbal
Assistant Professor, Department of Quran and Tafseer, Faculty of Arabic & Islamic Studies, AIOU, Islamabad-
Email: arshad.iqbal@aiou.edu.pk

ABSTRACT

This study investigates the Qur'ānic discourses and attributes that pertain to communication, focusing on their relevance and application in contemporary contexts. The Qur'ān, as the primary source of guidance for Muslims, contains numerous verses that outline principles of communication—ranging from personal dialogue to broader societal discourse. Through a detailed analysis of key phrases, this research highlights how the Qur'ān emphasizes the importance of clarity, truthfulness, empathy, patience, and respect in interactions. The study examines how these attributes shape ethical communication and foster positive relationships, both within communities and between individuals. Special attention is given to the rhetorical strategies used in the Qur'ān, such as parables, direct address, and persuasive language, which facilitate understanding and encourage constructive dialogue. In addition, the study explores how these Qur'ānic principles can be applied to address contemporary communication challenges, such as misinformation, digital discourse, and cross-cultural interactions. By drawing connections between classical interpretations and modern-day communication needs, the research offers insights into how the Qur'ān continues to inform ethical communication practices in a globalized world, promoting mutual respect and understanding across diverse platforms.

Keywords: Communication, Qur'ānic discourses, Ethics, Attributes, Analysis.

تمہید

عربی زبان میں تکلم یتکلّم اورحدث یحدث کلام کرنے اور گفتگو کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے۔ قرآن مجید میں مادہ "ک، ل م" سے اسم اور فعل کی مختلف صورتوں میں ۷۵ مرتبہ مستعمل ہوا ہے [1]۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ﴾[2] (اور جاہلوں نے کہا: اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آجاتی)۔ جب کہ "حدث یحدث تحدیثا" چھتیس مرتبہ ذکر آیا ہے [3]۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾[4] (اس دن زمین اپنی خبریں بتائے گی) آلہ کلام یعنی زبان کے لیے لسان کا لفظ واحد اور جمع کی صورت میں ۲۵ مرتبہ متعدد پسِ منظر میں استعمال ہوا ہے [5]۔ زبان یعنی لسان اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے، جسے اللہ نے اپنے بندوں کو عطا کیا تاکہ وہ اس کی شکر گزاری کریں اور اس کی عبادت کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿أَلَمْ نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ o وَلِسَانًا

وَشَفَتَيْنِ o﴾[6] (کیا ہم نے اسے دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ عطا نہیں کیے؟) زبان کے ذریعے ایمان اور کفر میں فرق واضح ہوتا ہے، اور رحمان کے دوستوں کی شیطان کے پیروکاروں سے جدائی ہوتی ہے۔ اسی زبان کے ذریعے انسان جنت کی اعلیٰ درجات تک پہنچ سکتا ہے یا جہنم کی گہرائیوں میں گر سکتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" إن العبد ليتكلم بالكلمة ما يتبين فيها، يزل بها في النار ابعد مما بين المشرق"[7]

"بندہ ایک بات کہتا ہے اور اس کے متعلق سوچتا نہیں (کتنی کفر اور بے ادبی کی بات ہے) اور وہ بات اسے مشرق اور مغرب کے فاصلے سے زیادہ جہنم میں لے جاتی ہے"۔

اسلام نے ہمیں اعلیٰ اخلاق اور کامل آداب کی رہنمائی دی ہے، اور برے اعمال اور ناپسندیدہ اقوال سے روکا ہے۔ ان اعلیٰ اقدار میں سے ایک زبان کی حفاظت، خوش گفتاری اور غیر ضروری باتوں سے بچنا بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت بخشی اور عقل و بیان کی نعمت سے نوازا۔ زبان انسان کے اعضاء میں سب سے زیادہ اثر رکھنے والا عضو ہے۔ اگر اسے اللہ کی رضا اور بندوں کی بھلائی کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ دنیا اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنتی ہے۔ لیکن اگر اسے اللہ کی ناراضگی اور بندوں کو نقصان پہنچانے کے لیے استعمال کیا جائے تو یہ انسان کے لیے گناہ اور نقصان کا سبب بن جاتی ہے۔ اس لئے بات چیت کے آداب سیکھنا ایک اہم اور ضروری چیز ہے، کیونکہ مسلمان کو یہ آداب اپنی زندگی کے ہر پہلو میں درکار ہوتے ہیں، چاہے وہ اللہ سے مناجات کر رہا ہو، علمائے کرام سے گفتگو کر رہا ہو، اپنے دوستوں، اہل خانہ یا عام لوگوں سے بات کر رہا ہو۔ زبان انسان کے لیے اپنی باتوں اور جذبات کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ زبان ہی کے ذریعے اس کی خوشی اور ناراضی ظاہر ہوتی ہے، اسی سے اس کے ایمان اور عقل کی پہچان ہوتی ہے، اور اسی کے ذریعے وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے یا اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہ زبان ہی ہے جو لوگوں کے درمیان تعلقات کو درست یا خراب کرتی ہے، اور یہی انسان کی ہلاکت یا نجات کا ذریعہ بنتی ہے۔ لوگ جب ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے اور میل جول رکھتے ہیں، تو اگر ان میں گفتگو کے آداب نہ ہوں تو ان کی ملاقاتیں دشمنی، عداوت اور بغض کا سبب بن جاتی ہیں۔ ان محفلوں میں وقت ضائع ہوتا ہے اور دلوں کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نرم گفتگو اور خوش اخلاقی کی ترغیب دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرْفَةً يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا، وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا أَعَدَّهَا اللَّهُ لِمَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَلَانَ الْكَلَامَ، وَتَابَعَ الصِّيَامَ وَصَلَّى وَالنَّاسُ نِيَامٌ"۔[8]

"بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہے، اللہ نے یہ ان لوگوں کے لیے تیار کیے ہیں جو کھانا کھلاتے ہیں، نرم گفتاری اختیار کرتے ہیں روزے رکھتے ہیں، اور جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں تو نماز پڑھتے ہیں"۔

اسلام نے گفتگو کے آداب کو بہت اہمیت دی ہے۔ قرآن و سنت میں ایسی بے شمار تعلیمات اور ہدایات ملتی ہیں جو زبان کو پاکیزہ استعمال کرنے اور شائستہ گفتگو کی ترغیب دیتی ہیں۔ ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنی زندگی میں نہ صرف امن و سکون پیدا کر سکتا ہے بلکہ اپنے رب کی رضا بھی حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن کریم نے متعدد آیات میں باہمی گفتگو کے حوالے سے کئی تعبیرات اور اوصاف واضح انداز میں بیان کئے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان تعبیرات اور اوصاف کو تفصیل سے بیان کیا جائے تاکہ ان پر عمل کرنا آسان ہو۔ ذیل میں ہم ترتیب کے ساتھ گفتگو کے قرآنی تعبیرات اور اس کے بعد کچھ اہم اوصاف بیان کریں گے۔

1۔ گفتگو کے دوران فصیح وشائستہ الفاظ کا انتخاب

بہت سے لوگ دلوں کو متاثر کرنے کے لیے خوبصورت اور پرکشش عبارات کی تلاش میں رہتے ہیں، کیونکہ الفاظ کا جادو لوگوں کے دلوں میں محبت اور مروت پیدا کر سکتا ہے۔ ہمارا دین بھی ہمیں ہمیشہ اچھے اور شائستہ کلام کی تلقین کرتا ہے، جیسا کہ فرمایا گیا: "کلمہ طیبہ صدقہ ہے۔" یہی وجہ ہے کہ ہمیں ہر حال میں اپنے دین کی تعلیمات کو اپنانا چاہیے۔ آپ کبھی نہیں جان سکتے کہ آپ کا کوئی لفظ، چاہے وہ اچھا ہو یا برا، سننے والے پر کس قدر گہرا اثر ڈال سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: " وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ "[9]

"اور انہیں پاکیزہ بات کی ہدایت دی گئی"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارک یہی تھا کہ آپ ہمیشہ ایسے الفاظ کا انتخاب فرماتے جو حقیقت کے مطابق، مؤدبانہ، اور موجودہ حالات کے عین مطابق ہوتے۔ آپ کے الفاظ نہایت موزوں اور شائستگی کے اعلیٰ معیار پر پورے اترتے تھے۔ مثال کے طور پر، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی پسندیدہ امر کو دیکھتے تو فرماتے:

”الحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات“

اور اگر کوئی ناپسندیدہ امر دیکھتے تو فرماتے:

”الحمد لله على كل حال“۔[10]

اسلام دینِ جمال ہے، جو اپنے ماننے والوں سے زندگی کے ہر پہلو میں خوبصورتی کا تقاضا کرتا ہے۔ چاہے وہ عقیدہ ہو، شریعت ہو، معاملات ہوں یا اخلاقیات، ہر چیز میں جمال کا مظاہرہ مطلوب ہے۔ مسلمان کی ظاہری شخصیت صاف ستھری، دلکش اور خوبصورت ہونی چاہیے، اور اس کا باطن پاکیزہ، شفاف اور روشن۔ ان تمام خوبیوں کا محور یہ ہے کہ مسلمان اپنے کلام، گفتگو اور زبان میں بھی خوبصورتی اپنائے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں:

"وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا"[11]

یعنی جب تم بات کرو تو لوگوں کے ساتھ حسنِ کلام سے پیش آؤ، الفاظ کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرو، اور گفتگو کو خوبصورت اور مہذب بناؤ۔ یہاں تک کہ اگر دو طرح کے الفاظ سامنے ہوں، ایک اچھا اور دوسرا اس سے بہتر، تو ایک مسلمان کو چاہیے کہ بہتر اور زیادہ خوبصورت الفاظ کا انتخاب کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا"[12]

یہ تاکید اس لیے ہے کہ شیطان انسانوں کے درمیان غلط فہمیاں اور دشمنی پیدا نہ کر سکے، کیونکہ شیطان ہمیشہ انسان کے درمیان فساد ڈالنے کا موقع ڈھونڈتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حسنِ گفتگو کا حکم دیا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان محبت، الفت اور اخوت کو فروغ دیا جا سکے۔ خوبصورت الفاظ کا استعمال دلوں کو جیتنے کا سب سے تیز ترین ذریعہ ہے۔ نرم و شائستہ کلام سننے والے کے دل کو خوشی بخشتا ہے، خواہ وہ محض رسمی گفتگو ہی کیوں نہ ہو، جبکہ کڑوے اور سخت الفاظ سننے والے کو تکلیف دیتے ہیں، چاہے وہ مزاح یا خیرخواہی کے انداز میں ہی کہے جائیں۔

لہٰذا، مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی گفتگو میں حسنِ انتخاب اور شائستگی کو اپنائے، کیونکہ یہی اسلام کا درس ہے اور یہی انسانیت کی معراج۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " ليس المُؤمِنُ بالطَّعَّانِ ولا اللَّعَّانِ ولا الفاحشِ ولا البَذيءِ"[13]

”مؤمن نہ طعنہ دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنت بھیجنے والا، نہ فحش گو، اور نہ بدزبان“

فحش کلامی اور بدزبانی ہر صورت میں قابلِ مذمت ہیں اور یہ مومنین کے اخلاق سے بعید ہیں۔ نبیوں کے طریقے اور تعلیمات ہمیشہ شائستگی، نرمی، اور خوش گفتاری پر مشتمل رہی ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے راستے میں ایک خنزیر کو دیکھا تو فرمایا:

"سلامتی کے ساتھ گزرو۔" کسی نے سوال کیا: "آپ یہ بات خنزیر سے کہہ رہے ہیں؟" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: "میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں میری زبان بدگوئی کا عادی نہ بن جائے۔"[14]

یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ زبان کا استعمال کس قدر احتیاط اور شائستگی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ بدگوئی اور ناشائستہ الفاظ صرف گناہ کا باعث نہیں بنتے بلکہ دلوں کو زخمی کرتے ہیں اور انسان کے اخلاقی مقام کو بھی کم کرتے ہیں۔ مؤمن کو چاہیے کہ ہمیشہ نرم گفتاری اور حسنِ کلام کو اپنائے، چاہے مخاطب کوئی بھی ہو۔ یہی اخلاقِ حسنہ کا تقاضا ہے اور یہی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ۔

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ گفتگو میں الفاظ کے انتخاب کی بڑی اہمیت ہے، خاص طور پر دوسروں سے خطاب کرتے ہوئے، چاہے وہ زبانی کلمات ہوں، تحریری مواد، اعلانات، یا عام و خاص دعوتیں۔ اس دوران ایسے الفاظ سے پرہیز کرنا چاہیے جو غلط مطلب نکالنے کا باعث بن سکیں یا سامع کے دل میں کسی قسم کی غلط فہمی پیدا کریں۔

خوبصورت اور موزوں الفاظ کا انتخاب نہ صرف دلوں کو جیتنے کا ذریعہ ہے بلکہ یہ دین کی ایک اعلیٰ تعلیم بھی ہے جس پر عمل کرنا ہمارے لیے باعثِ فخر اور نجات کا ذریعہ ہے۔

2۔ کلام میں نرمی کا ہونا

نرمی اور شائستگی سے بات کرنا انسان کے تواضع اور اعلیٰ اخلاق کی علامت ہے۔ جتنا زیادہ انسان عاجزی اختیار کرتا ہے، اس کا اخلاق اتنا ہی بہتر ہوتا ہے، اس کا کلام نرم اور دلکش بن جاتا ہے، اور وہ لوگوں کے دلوں میں بلند مقام حاصل کرتا ہے۔ اس کے برعکس، جو شخص تکبر کرتا ہے، اس کا کلام درشت، اس کا مزاج سخت، اور اس کا مقام عقل مندوں کی نظر میں کم ہو جاتا ہے۔ متواضع شخص کے گرد احباب، دوست اور جاننے والوں کا حلقہ وسیع ہوتا ہے، جبکہ متکبر شخص اپنی خشونت اور سخت گوئی کی وجہ سے تنہا اور محدود رہتا ہے۔ نرمی کلام کو سنوارتی ہے، جبکہ سخت گوئی بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ نرم الفاظ بعض اوقات کسی ایسے شخص کو بھی درست راہ پر لا سکتے ہیں جو بھٹک چکا ہو، کیونکہ یہ اس کے دل میں موجود قدر و منزلت کی خواہش کو مخاطب کرتے ہیں۔ لیکن سخت کلامی کسی بھی دل میں موجود نیکی کے بیج کو ختم کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

" فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ "[15]

"پس اللہ کی رحمت کے باعث آپ ان کے لیے نرم ہوگئے، اور اگر آپ سخت مزاج اور درشت دل ہوتے تو یہ آپ کے گرد سے منتشر ہو جاتے"۔ نرم کلام، جو کہ مشہور قول "لین الكلام قيد القلوب" سے مستفاد ہے، انسان کے نرم رویے اور خوش اخلاقی کو ظاہر کرتا ہے، خاص طور پر روزمرہ کے معاملات میں۔ درشتی اور سخت گوئی ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے، جبکہ نرمی دلوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہے، ان میں محبت پیدا کرتی ہے، اور برائی سے روکنے کا سبب بنتی ہے۔ سخت باتیں لوگوں کو دور کرتی ہیں، جبکہ نرم الفاظ قریب لاتے ہیں اور دلوں کو نرم کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس تبلیغ کے لئے بھیج رہے تھے تو فرمایا:

" فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا "[16] (تو تم اس سے نرم بات کہنا)

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جھلک بھی نظر آتی ہے کہ اپنی بارگاہ کے باغی اور سرکش کے ساتھ کس طرح اس نے نرمی فرمائی اور جب اپنے نافرمان بندے کے ساتھ اس کی نرمی کا یہ حال ہے تو اطاعت گزار اور فرمانبردار بندے کے ساتھ اس کی نرمی کیسی ہوگی"۔

لین کلام اسلامی اخلاقیات کا ایک حصہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إنَّ في الجنَّةِ غرفًا يُرى ظاهرُها من باطنِها وباطنُها من ظاهرِها أعدَّها اللهُ لمَنْ أطعم الطَّعامَ وأفشى السَّلامَ وصلَّى بالليلِ والنَّاسُ نيامٌ"۔[17]

"جنت میں ایسے کمرے ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔ یہ اللہ نے ان لوگوں کے لیے تیار کیے ہیں جو کھانا کھلائیں، نرم گفتاری اختیار کریں، مسلسل روزے رکھیں، اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں، قیام کریں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ نرم ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ وہ نرمی پر وہ عطا فرماتا ہے جو سختی پر یا کسی اور چیز پر عطا نہیں کرتا۔"[18]

ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عائشہ! تم نرمی کو لازم پکڑو اور سختی اور فحش گوئی سے بچو، کیونکہ نرمی جس چیز میں بھی شامل ہوتی ہے، اسے زینت بخشتی ہے، اور جس چیز سے نکال لی جاتی ہے، اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔"

لہٰذا، نرم کلام اور شائستگی نہ صرف اسلامی تعلیمات کا حصہ ہیں بلکہ دلوں کو جیتنے اور انسانیت کی بھلائی کے لیے ایک بہترین ذریعہ بھی ہیں۔

3۔ ضرورت کے بغیر خاموش رہنا مگر یہ کہ کسی کو جواب دینا یا نصیحت کرنا ضروری ہو۔

اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں ارشاد فرماتے ہیں:

"لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا"۔[19]

(ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں، سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے یا نیک کام یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دے اور جو بھی یہ کام اللہ کی رضا کی طلب کے لیے کرے گا تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے)۔

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو فضول مشوروں یا معاذ اللہ، گناہ کے فروغ کے لیے منصوبے بناتے ہیں، جیسے سینما گھروں کی تعمیر، بے حیائی کے مراکز قائم کرنے یا فلمی صنعت کو فروغ دینے کے لیے مشورے کرنا۔ ایسے مشورے نہ صرف خیر سے خالی بلکہ شر سے بھرپور ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی گمراہیوں سے محفوظ رکھے اور ہدایت عطا فرمائے۔ اس کے برعکس، آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہے جو نیکی اور بھلائی کے کاموں کے لیے مشورے دیتے ہیں۔ مثلاً، ملک و قوم کے مسائل حل کرنے، عوام کی مشکلات دور کرنے، جھگڑوں میں صلح کروانے، میاں بیوی یا رشتہ داروں کے تنازعات ختم کرنے، یا دوستوں کے درمیان ناراضگیاں ختم کر کے جائز تعلقات قائم کرنے کے لیے مشورے دینے والے افراد قابلِ مبارکباد ہیں۔ خاص طور پر اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو نیکی کی دعوت عام کرنے کے لیے مشورے کرتے ہیں۔ یہ وہ افراد ہیں جو ایسے کاموں کے لیے سوچتے اور منصوبہ بندی کرتے ہیں جن سے مسلمانوں کے دلوں میں خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو، بے حیائی کا خاتمہ ہو، لڑائی جھگڑے ختم ہوں، اور مسلمانوں کی زندگیاں اعمالِ صالحہ سے مزین ہو جائیں۔ ایسے مشوروں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہر گھر امن و سکون کا گہوارہ بنے، گھروں میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر عام ہو، اور نیک لوگوں کی یاد اور محبت سے دل روشن ہوں۔ مختصر یہ کہ جو لوگ نیکی کے فروغ اور برائی کے خاتمے کے لیے مشورے کرتے ہیں، وہ اللہ کے محبوب بندے ہیں۔ اس آیتِ مبارکہ کے پیغام کا دائرہ نجی امور سے لے کر قومی، ملکی اور بین الاقوامی معاملات تک وسیع ہے، اور اس میں ہر سطح پر خیر و بھلائی کی تلقین شامل ہے۔

کلام میں اختصار اور کم گوئی کی ترغیب دی گئی ہے، کیونکہ زیادہ باتیں کرنے سے انسان کے گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ جو شخص زیادہ بولتا ہے، وہ اپنی زبان کی لغزشوں اور خطاؤں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ضرورت اور حاجت سے زیادہ فضول باتوں کے کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَمَنْعًا وَهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ[20] "

اللہ نے تم پر ماں کی نافرمانی حرام قرار دی ہے اور والدین کے حقوق نہ دینا اور ناحق ان سے مطالبات کرنا بھی حرام قرار دیا ہے، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے تین باتوں کو ناپسند کرتا ہے: فضول باتیں کرنا، مال کو ضائع کرنا اور کثرت سے سوال کرنا۔

زیادہ باتونی ہونا بھی ایک مذموم صفت ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : قیامت کے دن تم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو حد سے زیادہ بولنے والے، بے جا بحث کرنے والے اور متکبر ہوں گے۔ "صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے باتونی اور بے جا بحث کرنے والوں کو تو جان لیا، لیکن متکبر کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے غرور و تکبر میں مبتلا ہیں۔[21]

4۔ فضول اور بے فائدہ باتوں سے پرہیز کرنا

کامیاب مؤمن بننے اور جنت الفردوس کے حصول کے لیے ان صفات کا اختیار کرنا ضروری ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں کیا اور جن کی تاکید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ انہی صفات میں سے ایک "لغو" یعنی بے فائدہ باتوں اور اعمال سے اجتناب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: " ان آیات کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا" :یہی لوگ ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے "۔[22]

اسی طرح ایک اور مقام پر کامیاب مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَۙ﴾[23]

(اور وہی (کامیاب مومن) لغو سے کنارہ کش رہتے ہیں۔)

سورۃ القصص میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ﴾

اور جب وہ لغوبات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں "[24] نیز فرمایا" :اور وہ لوگ جو جھوٹ کی گواہی نہیں دیتے اور جب لغو کے پاس سے گزرتے ہیں تو باوقار طریقے سے گزر جاتے ہیں "

لغو کے بارے میں مفسرین کا کہنا ہے:

باطل الكلام و المزاح[25] (باطل کلام اور مزاح لغو ہے)

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

"ما لا يعتدّ به، وهو الذي يورد لا عن رويّة وفكر"[26]

(لغو ایسی بات ہے جس کا اعتبار نہ ہو اور جو بغیر غور و فکر کے وارد ہو)

مزید لکھتے ہیں:" وقد يسمّى كلّ كلام قبيح لغوا[27] "(ہر قبیح کلام کو لغو کہا جاتا ہے)۔

مفسرین کے اقوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر وہ بات یا عمل ہے جو بے فائدہ ہو اور جسے ترک کر دینا بہتر ہو۔ ایک مؤمن اپنے وقت، اعمال اور کلمات کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے قیمتی لمحات کو فضول باتوں اور غیر ضروری کاموں میں ضائع نہیں کرتا۔ اس کے پیش نظر ہمیشہ یہ بات رہتی ہے کہ اس کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں صرف ہو، تاکہ قیامت کے دن اس کی کتابِ اعمال نیک کاموں سے بھری ہوئی ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لغو اور بے فائدہ باتوں سے اجتناب کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا" :جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے"۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مرض الموت میں کراہنے سے بھی گریز کرتے تھے، کیونکہ ان کے نزدیک کراہنے کو بھی کلمات میں شمار کیا جاتا تھا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک مؤمن کو حتی الامکان اپنی زبان اور اعمال پر قابو رکھنا چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مؤمن لغو باتوں سے مکمل اجتناب کرتا ہے، اپنی زبان، وقت اور اعمال کو نیکی کے کاموں میں صرف کرتا ہے، اور ہمیشہ اپنی آخرت کی کامیابی کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی لغو سے بچنے اور نیکی کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

5۔ آواز کو پست رکھنا اور بغیر ضرورت کے اونچی آواز میں نہ بولنا

قرآن کریم نے گفتگو کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی بتلایا ہے کہ باہمی گفتگو میں آواز کو پست رکھنا چاہئے بغیر ضرورت کے آواز کو بلند نہیں کرنا چاہئے۔ قرآن میں فرمایا ہے:

" وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ"[28]

(اور اپنے چلنے میں درمیانی چال سے چل اور اپنی آواز کچھ پست رکھ، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے)

اگر بلند آواز میں بات کرنا کوئی پسندیدہ عمل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے گدھوں کے لیے مخصوص نہ کرتا، جن کی کمینگی اور بے شعوری ہر ایک پر ظاہر ہے۔ لہٰذا لوگوں کے ساتھ حسنِ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی آواز کو پست رکھا جائے، کیونکہ دوسروں پر آواز بلند کرنا بد اخلاقی اور

بدتہذیبی کی علامت ہے۔یقیناً آواز بلند کرنا سننے والوں کے لیے اذیت کا باعث بنتا ہے،ان کے اعصاب کو متاثر کرتا ہے،اور یہ کم تربیت یافتہ ہونے کی نشانی ہے،سوائے ان مواقع کے جب ضرورت آواز بلند کرنے کی ہو۔مثلاً،خطیب جب لوگوں کے سامنے خطبہ دیتا ہے تو اس کا بلند آواز میں بولنا ضروری ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ کی آواز بلند ہو جاتی،آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا،گویا آپ کسی لشکر کو خبردار کر رہے ہوں کہ صبح یا شام کے وقت دشمن حملہ آور ہو سکتا ہے۔اسی طرح،اگر کسی اہم بات یا تنبیہ کو پہنچانے کے لیے آواز بلند کرنا ناگزیر ہو،تو یہ بھی جائز ہے۔جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بلند آواز سے فرمایا جب لوگ وضو کر رہے تھے اور کچھ افراد اپنی ایڑیوں کو دھونے میں لاپرواہی برت رہے تھے" :ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے"۔[29]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی کبھار کسی ضرورت کے تحت آواز بلند کرنا مطلوب ہوتا ہے۔البتہ عام طور پر مجالس اور گفتگو،چاہے انفرادی ہو یا اجتماعی،میں آواز کو نرم اور دھیمی رکھنا ہی حسنِ اخلاق اور شائستگی کا مظہر ہے۔

نتائج تحقیق

مندرجہ بالا مطالعہ سے جو نتائج حاصل ہوئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1- خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے گفتگو کرنا سنت ہے۔یہ عادت محبت اور اخلاص کو فروغ دیتی ہے۔

2- آواز بلند نہ کرنا: چلّا چلّا کر بات کرنا،جیسا کہ آج کل عام ہے،خلافِ سنت اور ناپسندیدہ عمل ہے۔نرمی اور اعتدال کے ساتھ گفتگو کرنا مستحب ہے۔

3- ادب و شفقت کا لحاظ رکھنا: چھوٹوں کے ساتھ شفقت بھرا لہجہ اور بڑوں کے سامنے مؤدبانہ انداز اپنایئے۔اِن شاء اللہ،اس طرزِ عمل سے آپ دونوں کے دلوں میں عزت پائیں گے۔

4- بات سننے کا سلیقہ سنت کے مطابق ہو: جب دوسرا شخص بات کر رہا ہو،تو صبر و سکون سے سنیں اور اس کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع نہ کریں۔یہ ادب و احترام کا مظہر ہے۔

5- کم گوئی اور وقار سے کلام کرنا: بلاضرورت زیادہ گفتگو نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی دورانِ بات زیادہ قہقہے لگائیں،کیونکہ زیادہ بولنے اور قہقہے لگانے سے وقار میں کمی آتی ہے۔غیر ضروری حرکات سے پرہیز: دورانِ گفتگو ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالیاں بجانا معزز اور مہذب لوگوں کے طریقے کے خلاف ہے۔

6- غیبت اور چغلی سے بچنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:"اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے" ۔[30] اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔[31]

7- تمسخر اور استہزا سے اجتناب کرنا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دوسروں کے استہزا کرنے سے منع فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے،ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں"۔[32]

8- گفتگو میں فحش کلامی سے پرہیز کرنا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"مؤمن نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے،نہ لعنت کرنے والا،نہ فحش گو اور نہ ہی بدزبان"۔[33]

حوالہ جات

[1]-https://corpus.quran.com/qurandictionary.jsp?q=klm accessed on: 15-12-2024

[2]۔ سورۃ البقرۃ،۲: ۱۱۸۔

[3]-https://corpus.quran.com/qurandictionary.jsp?q=Hdv accessed on: 15-12-2024

[4]۔ سورۃ البقرۃ،۹۹: ۴۔

[5]-https://corpus.quran.com/qurandictionary.jsp?q=lsn accessed on: 15-12-2024

[6] سورۃ البلد، ۹۰: ۸-۹۔

[7] بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، حدیث نمبر: ۶۴۷۷۔

[8] مسند احمد بن حنبل، حدیث رقم، ۲۱۸۳۵۔

[9] سورۃ الحج، ۲۲:۲۴۔

[10] ابن ماجہ، سنن، کتاب الادب، حدیث رقم: ۳۸۰۳۔

[11] سورۃ البقرۃ، ۲: ۸۳۔

[12] سورۃ الاسراء ۱۷: ۵۳۔

[13] ترمذی، سنن، حدیث رقم، ۱۹۷۷۔

[14] الزرقانی، شرح الزرقانی علی موطأ الإمام مالک، ۴/۶۳۸۔

[15] آل عمران، ۳: ۱۵۹۔

[16] سورۃ طہ، ۲۰:۴۴۔

[17] مسند احمد بن حنبل، حدیث رقم، ۶۶۱۵۔

[18] البخاری، الجامع الصحیح، حدیث رقم، ۶۹۲۷۔

[19] سورۃ النساء، ۴: ۱۱۴۔

[20] البخاری، الجامع الصحیح، حدیث رقم، ۵۹۷۵۔

[21] الترمذی، السنن، حدیث رقم، ۲۰۱۸۔

[22] سورۃ المؤمنون، ۲۳:۱۱۔

[23] سورۃ المؤمنون، ۲۳: ۳۔

[24] سورۃ القصص، ۲۸:۵۵۔

[25]۔ابن قتیبہ، ابو محمد عبد اللہ بن مسلم (م۲۷۶ھ)، تفسیر غریب القرآن، تحقیق: سید احمد صقر (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۷۸ء)، ۲۹۶۔

[26]۔راغب اصفہانی، حسین بن محمد (م۵۰۲ھ) المفردات في غریب القرآن، تحقیق: صفوان عدنان داؤدی (بیروت: دار القلم، ۱۴۱۲ھ)، ۷۴۲ ۔

[27]۔ایضاً۔

[28] سورۃ لقمان، ۳۱: ۱۹

[29] مسلم، الجامع الصحیح، حدیث رقم: ۲۴۱۔

[30] سورۃ الحجرات، ۴۹: ۱۲۔

[31] ابی داؤد، سنن، حدیث رقم: ۴۸۷۱۔

[32] سورۃ الحجرات، ۴۹: ۱۱۔

[33] الترمذی، السنن، حدیث رقم: ۱۹۷۷۔